Regd. No. A. 922
Telephone No. 29
Telegram. "ANJUMAN"

قیمت سالانہ تین ۱۲۳
ایک پرچہ کے دس پیسے
تاریخ اشاعت
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ایڈیٹر :- آل احمد سرور

جلد ۱۶ | علی گڑھ - ۱۵ اپریل ۱۹۵۷ء | شمارہ ۱۵

پنجابی ناول اور کہانی

خوشونت سنگھ

پانچ منٹ کے مختصر عرصے میں میں پنجابی ناول اور کہانی لکھنے والی صرف دو شخصیتوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ان میں سے ایک شری نانک سنگھ ناولسٹ ہیں اور دوسرے شری کرتار سنگھ دگل جو مختصر کہانیاں لکھتے ہیں۔

شری نانک سنگھ پنجابی کے بہترین ناولسٹ ہیں اور ان کے بارے میں بلاخوف یہ کہا جا سکتا ہے کہ پنجابی ادب میں ان کے مقابلے کا ناولسٹ ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۴۰ کے قریب ہوگی اور ہر چھ مہینے کے بعد ان کی نئی تصنیف ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ پنجابی کے نامور شاعر بھائی ویر سنگھ کے بعد شری نانک سنگھ وہ پنجابی کے ایسے مصنف ہیں جن کی تصانیف وسیع پیمانے پر پڑھی جاتی تھیں۔ اس مختصر تبصرے میں ان کے صرف دو ناولوں "آدم خور" اور "پنجر" کا ذکر کرتا ہوں۔ ان میں "آدم خور" سب سے زیادہ مقبول عام ہے اور "پنجر" میرے خیال میں ان کی تازہ ترین تصنیف ہے کیونکہ اسے شائع ہوئے ابھی چھ مہینے ہی ہوئے ہیں۔

ساہتیہ اکاڈمی کے زیر اہتمام "آدم خور" کا ترجمہ ہندی اور دوسری علاقائی زبانوں میں کیا جا رہا ہے اور توقع ہے کہ اگلے سال تک یہ کچھ زبانوں میں شائع ہو جائے اور آپ اسے پڑھ سکیں گے۔ دوسرے ناول "پنجر" کو شاید آپ ابھی کچھ عرصے کے لئے نہ پڑھ سکیں لیکن یہ امر قابل ذکر ہے کہ زبان اور اسٹائل کے لحاظ سے نانک سنگھ کا ایک ناول دوسرے سے مختلف نہیں ہوتا۔ ان کے ناول کی دلچسپی کا مرکز ان کی کہانی ہوتی ہے نہ کہ الفاظ کا انتخاب یا سماجی اصلاح کا پیغام جو کہ وہ اپنے ناولوں کے ذریعے اکثر ہم تک پہنچاتے ہیں۔

نانک سنگھ اور کرتار سنگھ دگل میں صرف ایک چیز مشترک ہے اور وہ یہ کہ شری دگل بھی نانک سنگھ کی طرح بہت لکھتے ہیں لیکن زیادہ تعداد میں کتابیں لکھنے والے مصنفین کی طرح ان کی حالت میں بھی بیان کے ضرورت سے زیادہ لمبا ہونے اور معیار پر مقدار کے غالب آنے کی خامی پائی جاتی ہے کہ ہم چھلکے کو غلہ سے علیحدہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کرتار سنگھ دگل نے بعض نہایت اعلیٰ مختصر کہانیاں لکھی ہیں۔ اگرچہ وہ ناول اور نظمیں بھی لکھتے ہیں لیکن وہ اعلیٰ پایہ کی نہیں ہیں۔ ان کی زبان آج کل کے لکھنے والے دوسرے انشا پردازوں سے بہتر ہے۔ نانک سنگھ کی تحریر میں انگریزی الفاظ کا استعمال ان کے ناولوں کی خوبصورتی کو بگاڑ دیتا ہے۔ لیکن کرتار سنگھ دگل کی زبان میں یہ خامی نہیں پائی جاتی۔ دگل کی طبیعت حساس ہے ان میں انسانی جذبات کا احساس پایا جاتا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ ان کی بعض تصانیف مثلاً "سویر سار" اور "پیل پتیاں" کا ترجمہ جلد ہی علاقائی زبانوں میں بھی شائع کیا جائے گا۔

اب میں کچھ منتخب الفاظ کا استعمال بھی کروں گا۔ اگر ہم پنجابی ناول اور کہانی کا مقابلہ بعض یورپی زبانوں یا بھارت کی بعض دوسری زبانوں کے ناولوں اور کہانیوں سے کریں تو پنجابی کا درجہ بہت

اردو کانفرنس

انجمن ترقی اردو ہند کی مجوزہ اردو کانفرنس علی گڑھ میں ۳، اور ۴ جولائی ۱۹۵۷ء کو منعقد ہوگی۔

پروگرام عنقریب شائع ہوگا اور مدعو حضرات کی خدمت میں بھیجا جائے گا۔

پہنچے آتا ہے۔ پنجابی میں درحقیقت کوئی اول درجے کا ناول نویس یا افسانہ نویس پیدا نہیں ہوا اور آج کے پنجابی کے انشا پردازوں میں سے بھی کسی میں اس قسم کی صلاحیتیں نظر نہیں آرہی ہیں میرے خیال میں اس کے اسباب کو تلاش کرنا مشکل نہیں۔ پنجابی کے بہت کم انشا پرداز دوسرے ملکوں اور دوسری زبانوں کے ادب سے رابطہ قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ انہیں انشا پردازوں کی تصانیف اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں نصاب کے طور پر پڑھائی جارہی ہیں اور اس طرح نئی نسل کو انہی تصانیف کی بنیادوں پر تربیت دی جارہی ہے۔ اس کا جواب شاید یہ ہوگا کہ ان کتابوں کی بجائے پنجابی میں دوسری زبانوں کی کتابوں کے ترجموں کو نصاب کے طور پر پڑھایا جائے۔ میرے خیال میں پنجابی کے موجودہ انشا پردازوں کو بہت آسانی سے کامیابی نصیب ہو گئی ہے۔ دوسرے درجے کی کتابوں کو اس لئے اہمیت حاصل ہو گئی ہے کیونکہ ان کے مقابلے میں کوئی بہتر کتاب نہیں۔ اس سے کامیابی کا معیار گر گیا ہے۔

تاہم صورت حالات شاید اتنی تاریک نہیں جیسا کہ میں نے اس کا نقشہ کھینچا ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ پنجابی میں ناول اور مختصر کہانیاں لکھنے والوں کی تعداد عرصہ دس سال پہلے کی تعداد سے بہت زیادہ ہے۔ ہمارے رسالوں اور اخباروں کی تحریر کے معیار میں اصلاح ہو رہی ہے لہٰذا ہمیں توقع رکھنی چاہیے کہ پنجابی ادب میں بھی کوئی ٹالسٹائی، سرت چندر چٹرجی یا پریم چند پیدا ہوگا۔

رفتار

حسن عسکری پلکھنوی

مکرمی، تسلیم! اسے مشینوں کی کمی کہا جائے یا رعایت کہ ان کے حرکت کرنے والے پرزوں کے قریب جو جاندار آتے ہیں ان کو ہی وہ پامال کرتی ہیں؟ آدمی آدمی کے ذہن اور مشینوں کی رفتار کی مختلف کیفیتوں کے اثرات کے متعلق سوچنے کا سوال میرے ذہن میں خلیل الرحمٰن اعظمی کی رفتار کو دیکھ کر پیدا ہوا۔ یعنی ان کی رفتار اکثر فنکاروں پر ایک نئے ڈھنگ سے اثر ڈالتی ہے۔ یوں سمجھئے کہ ان کی رفتار سے ان فنکاروں کو ٹھیس پہنچتی ہے جو ان سے دور ہیں۔ مارچ ۱۹۵۷ء کے ہماری زبان کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ خلیل صاحب کی رفتار سے لکھنؤ میں رہنے والے اثر صاحب کے چوٹ لگی ہے مگر علی گڑھ میں رہنے والے اختر انصاری صاحب کو ذرا سی بھی خراش نہیں پہنچی؟ رفتار کے سلسلے میں کیا یہ ایک نئی بات نہیں ہے کہ قریب والوں پر خراش بھی نہ آوے اور دور والے تڑپ اٹھیں؟

کیا ہماری زبان میں ان فقروں کو اشاعت پانے کا حق حاصل ہو سکتا ہے؟

رفتار

مکرمی، تسلیم!

"ہماری زبان" کا ۸۔ اپریل ۱۹۵۷ء کا شمارہ نظر سے گزرا۔ زیر نظر مضمون میں غزل میں "مخصوص ذخیرۂ الفاظ اور متعین علامات" کا نظریہ بحث طلب ہی نہیں بلکہ غلط بھی ہے۔ علامتیں بنتی اور متروک ہوتی رہتی ہیں اور ان کی قدریں بھی وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔ نئی نئی ردیفوں کی اختراع اور تلاش کے خلاف فیصلہ صادر کرنا بھی غلط ہے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ شاعر نے نئی ردیفوں میں نادر اور اچھے اشعار بھی کہے ہیں یا نہیں۔ آپ کے "کالمسٹ" کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ردیف قافیہ یا کوئی لفظ بذات خود مضحکہ خیز نہیں ہوتا بلکہ ان کا بے محل استعمال شعر کو مضحکہ خیز اور ان کا بلیغ استعمال شعر کو حسین بنا دیتا ہے اور ہمارا ادب ایسی بے شمار اچھی اور بری مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔ ہر دور میں شعراء نے نئی ردیفوں میں غزلیں کہی ہیں۔ نئی ردیفوں اور نئی بحروں میں خراب شعر کہنا اتنا ہی برا ہے جتنا پرانی ردیفوں اور پرانی بحروں میں خراب شعر کہنا۔ اور ان سب سے برا ہے پرانے اساتذہ کے اسلوب لہجے اور زبان میں اشعار کہنے کی کوشش میں وقت ضائع کرنا۔

اسی کالم میں میرے ایک شعر کا پہلا مصرع بھی غلط نقل کیا گیا ہے۔ مصرع میں "بہت باتیں" کی جگہ میں نے "بڑی باتیں" پڑھا تھا۔ ان دونوں فقروں کے مطالب اور محاسن میں زمین و آسمان کا فرق ہے دوسری بات یہ کہ میرا یہ شعر روایتی ہے یہ بھی غلط ہے۔ یہ شعر قطعی واقعاتی ہے۔

بڑی باتیں بناتا پھر رہا ہے ناصح ناداں
مزا آئے جو مل جائیں کہیں دو چار دیوانے

میں نے اردوئے معلیٰ کے جلسے میں اس شعر میں "ناصح ناداں" کی جگہ شہر میں ناصح "عمداً" پڑھا تھا اور وہ محض اس لئے کہ جلسے میں "ناصح" کی موجودگی میں اس کو "ناداں" کہہ کر دل شکنی کا مرتکب ہونا نہیں چاہتا تھا۔ اور اس پر ڈاکٹر عبدالعلیم نے "ناصح" کی جگہ "واثق" کہہ کر نعرہ دیا۔ مجمع سمجھدار لوگوں کا تھا اس لئے اخفائے راز نہ ہو سکا۔ اس طرح "شاعر" "پلیٹ" میں آگیا اور شعر "روایتی" بن گیا ——

ان دو باتوں کو گوش گزار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے "کالمسٹ" کو بحث طلب امور میں ہاتھ ڈالنے اور غلط بیانی سے بچنے کی تلقین فرمائیے تاکہ یکطرفہ تحریر کے مضر اور گمراہ کن اثرات سے ہماری زبان کے قاری محفوظ رہیں۔ رہا نثر میں تبصرہ یا تنقید لکھنے کا چسکا تو اس کے لئے دوسرے لاتعداد بھی ادارے موجود ہیں۔

خیر اندیش

واثق جون پوری (علی گڑھ)

ہماری زبان

۱۵ اپریل ۱۹۵۷ء

آل انڈیا ریڈیو

دوسرے ساہتیہ سماروہ (ادبی اجتماع) کے موقع پر جناب وی. بی. کیسکر وزیر اطلاعات نے فرمایا کہ ہمارا ریڈیو اب ملک میں سب سے اہم ادبی اور تہذیبی ادارہ ہو گیا ہے۔ ہر زبان کے کچھ چوٹی کے ادیب اس سے براہ راست منسلک ہیں، دوسرے ادیب اس کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کرتے ہیں۔ ہر سال مختلف زبانوں کے ادیبوں اور شاعروں کو جمع کر کے اہم ادبی مسائل پر تبادلۂ خیالات ہوتا ہے اور اس طرح مختلف زبانوں کے ادیب نہ صرف ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں بلکہ ریڈیو کے ذریعے سے ابلاغ اور ترسیل کے مسائل سے آشنا ہوتے ہیں۔ پچھلے سال کا ادبی اجتماع جدید شاعری کے میلانات کے جائزے کے لئے وقف تھا اب کے ناول اور افسانے پر غور و خوض ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ ریڈیو ہندستان کی تمام اہم زبانوں کی طرف توجہ کر رہا ہے اور اس کی یہ کوشش قابلِ تحسین ہے۔ مگر ابھی اس کے افسروں اور کارکنوں کے یہاں خانہ پری اور آرائش و دوام کا زیادہ خیال ہے۔ حقیقی خدمت کا جذبہ اتنا نمایاں نہیں ہے۔ چند ممتاز ادیبوں کو مشاورتی کمیٹیوں میں شریک کر کے یا سال میں ایک بار ادبی اجتماع کر کے، یا دو ایک مشاعرے منعقد کرا کے، یا چند شاعروں اور افسانہ نگاروں کو ریڈیو میں جگہ دے کر، آل انڈیا ریڈیو اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ اب بھی یہ سرکاری ادارہ زیادہ ہے اور قومی ادارہ کم۔ اس کی زبان عام فہم نہیں کتابی ہوتی ہے۔ ابھی تو لوگ ریڈیو پیلوں زیادہ سنتے ہیں۔ اس کی تقریروں کا عام معیار بلند نہیں ہوتا۔ اس میں برسمیانہ پہلو زیادہ نمایاں رہتا ہے۔ یہ پروپیگنڈہ زیادہ کرتا ہے، فن کا کم لحاظ رکھتا ہے۔ اس کا جھکاؤ قدیم کی طرف زیادہ ہے آکاش وانی جو تو ہو اس میں ہندستان کی مشترک تہذیب کا عکس کم نظر آتا ہے۔ اس کے چلانے والے یہ نہیں دیکھتے کہ ملک کو کن چیزوں کی ضرورت ہے وہ اپنی پسند کو ملک کی پسند سمجھتے ہیں۔ فلمی گانوں سے اسے اللہ واسطے کا بیر ہے، ہم فلمی گانوں کے پرستار نہیں ہیں مگر ان میں اچھے گانے بھی ہیں اور کہیں کہیں شاعری بھی، آخر وہ کیوں ٹاٹ باہر کیے جائیں۔ بی. بی. سی. کے تیسرے پروگرام کی طرح اس کا کوئی پروگرام ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو اعلیٰ درجے کے افکار و میلانات سے باخبر رہنا چاہتے ہیں۔ اس کے عوامی پروگرام عوامی کم ہوتے ہیں ثقافتی زیادہ، علاقائی زبانوں کے ساتھ بھی اس کا رویہ منصفانہ نہیں ہے۔ مثلاً ہندستان کی آزادی کے بعد، تقسیم کی وجہ سے جو فضا تھی اس کے باعث دہلی اور لکھنؤ کے اردو پروگرام بہت کم تھے وہی تنگ نظری اب تک چلی جاتی ہے، حالانکہ کہا جاتا ہے کہ ہم اب اس ذہنیت کو پیچھے چھوڑ چکے ہیں دہلی سے اردو تقریریں کبھی کبھار ہندی تقریروں کے ضمن میں ہوتی ہیں ایک ایسی زبان کے ساتھ جس کا دستور میں ذکر ہے اور جس کا ایک شاندار ادبی سرمایہ ہے، یہ کھلی ہوئی زیادتی ہے۔

آل انڈیا ریڈیو صحیح معنی میں ایک قومی ادارہ اسی وقت بن سکتا ہے جب اس میں تمام قومی زبانوں کے ساتھ انصاف ہو اور اس کی خبروں اور کاروبار کی زبان زیادہ سے زیادہ عام فہم ہو۔ حکومتیں زبانیں نہیں بنا سکتیں وہ بھی عوامی زبانوں کے سرمایے سے کام لے کر اس میں اچھے رنگ پیدا کر سکتی ہیں۔ زبان عوام بناتے ہیں۔ حکومت جو سکہ چاہے رائج کر سکتی ہے وہ جو زبان چاہے رائج نہیں کر سکتی۔ کیسکر صاحب اگر ذرا اپنی مسند سے نیچے اتر کر عوام کی زبان سے ربط پیدا کریں تو شاید ان کے خیالات میں اصلاح ہو جائے ورنہ یہ تو سب جانتے ہیں کہ زمانہ سب سے بڑا مصلح ہے اس کے سامنے بڑے سے بڑا سورما لاچار ہے۔

نئی حکومتیں

انتخابات کا ہنگامہ ختم ہوا۔ اب صوبوں میں نئی وزارتیں بن رہی ہیں، مرکز میں بھی نئی وزارت عنقریب بن جائے گی۔ بظاہر وہی پرانا رنگ ہے مگر دراصل انتخابات میں نئے عناصر بھی سامنے آئے ہیں مجموعی طور پر دو تہائی نشستیں کانگریس کو اور ایک تہائی مخالف جماعتوں کو ملی ہیں۔ کیرالا میں ایک کمیونسٹ حکومت قائم ہوئی ہے۔ دوسرے صوبوں میں اور مرکز میں کانگریس کی حکومت ہے مگر مخالف جماعتوں کی قابلِ لحاظ تعداد ہے کانگریس پر اب بھی عام طور پر لوگوں کو اعتماد معلوم ہوتا ہے۔ مگر جہاں کانگریسیوں کو نشہ ہو گیا تھا اور وہ قوت کے بل پر عوام کے جذبات کو نظر انداز کر رہے تھے وہاں انھیں شکست ہوئی ہے۔ مخالف جماعتوں میں کمیونسٹ اور پرجا سوشلسٹ قابلِ لحاظ تعداد میں آئے ہیں۔ جن سنگھ کا شور بہت تھا۔ مگر چند صوبوں کے سوا اس کا زور نہیں ہے۔ اتر پردیش میں ضرور وہ خاصی تعداد میں ہے۔ بہرحال اب اس کی ضرورت ہے کہ انتخابات کے دوران میں جو وعدے کئے گئے تھے انھیں پورا کیا جائے سب سے اہم اردو کے ساتھ انصاف کا سوال ہے۔ صوبائی حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ اردو میں ابتدائی تعلیم کا ہر جگہ انتظام کریں ثانوی تعلیم کے لئے سہولتیں مہیا کریں اور عدالتوں اور دفاتر میں اردو کے چلن کو تسلیم کریں۔ اگر اردو والوں میں جو سارے ملک میں پھیلا ہوا ہے بے اطمینانی اور مایوسی رہتا ہے تو پورے ملک کی کارکردگی اور ذہنی زندگی پر اس کا اثر پڑے گا۔ یہ صرف اردو والوں کو خوش کرنے کا سوال نہیں ہے۔ ہندستان کی فلاح و بہبود کا سوال ہے

تنگ نظری اور ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اسے زیادہ عرصے تک ٹالا نہیں جا سکتا۔ حکومتوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ بالآخر عوام کے سامنے جواب دہ ہیں اور عوام کے دلی جذبات اور گہری خواہشات کے ساتھ عرصہ دراز تک کھیل نہیں سکتیں۔ دانا اور نادان میں یہی فرق ہے کہ ایک ضرورت کے مطابق عمل کرتا ہے اور دوسرا بعد از خرابی بسیار اسی منزل پر آجاتا ہے۔

آل انڈیا ریڈیو کا ادبی اجتماع

وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے آل انڈیا ریڈیو کے دوسرے ساہتیہ سماروہ کا افتتاح کیا جس میں ہندستان کی تیرہ علاقائی زبانوں کے ۱۰۱ ادیبوں، شاعروں اور ڈراما لکھنے والوں نے حصہ لیا۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کی تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا میں متعدد ملکی اور غیر ملکی زبانوں کا جاننا ضروری ہے اور ادیبوں کو چاہئے کہ وہ بدلتی ہوئی دنیا کے تقاضوں کو سمجھنے کے لئے اپنا ذہن کھلا رکھیں۔ ادب ملک کی زندگی میں ایک نمایاں فریضہ ادا کرتا ہے اور اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ عوام کو ایسے مسائل سے آشنا کرے جن سے کہ اس کا وطن دوچار ہے۔ اس لئے ادیبوں کے لئے اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ وہ وقت کے ساتھ آگے بڑھیں اور بدلتے ہوئے سماجی ڈھانچے کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلیں۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ یہ خیال غلط ہے کہ چھوٹے بچوں کو مختلف زبانیں نہ سکھانا چاہئے۔ اس لئے کہ کینیڈا کے ایک ماہر دماغ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ دس سال کی عمر تک بچوں میں مختلف زبانیں سیکھنے کی بہت زیادہ صلاحیت ہوتی ہے۔

پنڈت نہرو نے فرمایا کہ ملک میں مختلف زبانوں کی نشوونما ہونا چاہئے

ریڈیو کا یہ اجتماع تین روز تک ہوتا رہا۔ اس ادبی اجتماع کی کارروائی ریڈیو کی جانب سے بعد کو کتابی صورت میں شائع کی جائے گی۔

بچوں کا ادیب چل بسا

روزنامہ ہند کلکتہ کی اطلاع ہے کہ بچوں کا محبوب اور مشہور بنگالی ادیب مسٹر دکھن مترا مجمدار کا ۷۰ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ مرنے والے کا بنگالی ادب میں بہت اونچا مقام ہے۔ انھوں نے بچوں کے لئے بہترین ادب تخلیق کیا ہے۔

سندھی زبان تسلیم

۲۸ مارچ کو پنڈت جواہر لال نہرو کی صدارت میں ساہتیہ اکاڈمی کا جلسہ منعقد ہوا تھا۔ اس میں طے کیا گیا کہ ساہتیہ اکاڈمی نے ہندستان کی مختلف زبانوں میں میل جول اور ربط پیدا کرنے کا جو پروگرام شروع کیا ہے اس میں سندھی کو بھی ایک زبان تسلیم کر لیا جائے۔

۱۸۵۷ء پر سوویٹ ادیب کا ناول

۱۹۴۹ء میں روس میں بچوں کے ادب کا انعامی مقابلہ ہوا تھا۔ اس میں پہلا انعام ایا ریگو نایا کے ناول "خطرناک پناہ گیر" کو ملا تھا۔

یہ ناول اس ادیبہ نے ہندستان کی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے متعلق لکھا تھا۔ اس میں ہندستان کے عوام کے جذبۂ آزادی اور تاریخی واقعات کی سچی تصویر کھینچی گئی ہے۔ یہ ناول بہت مقبول ہوا اور کئی بار چھپ چکا ہے۔ اس کا سب سے آخری ایڈیشن ۱۹۵۰ء میں ۵۰ ہزار کی تعداد میں شائع ہوا ہے۔

کتابیں ملیں

(تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں)

نگارشات ۔ مرتبہ: اختر انصاری اکبرآبادی

ناشر۔ حلقہ ارباب فکر حیدرآباد (پاک) حجم [illegible] صفحات ۱۸۲

کاغذ اچھا۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے

مختصر روئداد دارالعلوم خلیلیہ نظامیہ ٹونک۔

مرتبہ: حکیم سید ظہیر احمد برکاتی۔

حجم [illegible] صفحات ۷۰۔ کاغذ معمولی۔

بہارستان ۔ اپریل (رسالہ) ایڈیٹر۔ محمد حفیظ الکبیر قریشی

حجم: [illegible]۔ صفحات ۳۲۔ کاغذ اچھا

قیمت فی پرچہ آٹھ آنے

انجمن کی خبریں

سہسوان (یوپی)

اس انجمن نے اپنے یوم قیام سے جتنا بہتر کام کیا وہ اتر پردیش کی انجمنوں میں اپنی مثال آپ ہے ۔ ونگلی ہم میں تو مرکز سے ناقابل فراموش خراج تحسین حاصل کیا لیکن جیسا کہ قاعدہ ہے ہر جماعت پرجوش کام کرنے کے بعد سست ہوجاتی ہے ۔ یہ ہماری انجمن بھی اس جمود سے خالی نہ رہی ۔ اور اب کچھ عرصہ سے اس کا نظام اگر ختم نہیں تو بالکل ڈھیلا ہوگیا ۔ نہ اخبارات کا کوئی نظم رہا ۔ اور نہ لائبریری کا ـــــ کوئی کام ہی نہ رہا ۔ صرف نام باقی رہ گیا ۔ یا یوں سمجھئے کہ سکریٹری محمد اسماعیل قریشی بیچارے انجمن بن کر رہ گئے ۔ مثل مشہور ہے کہ ایک چنا کیا بھاڑ پھوڑ سکتا ہے ۔

اس صورت حال کو محسوس کرکے ابھی گزشتہ ہفتے حامیان دبستانِ اردو کا ایک اجتماع ہوا ۔ جس میں انجمن کو ایک فعال جماعت بنانے اور اس کی از سر نو شیرازہ بندی کرنے پر غور کیا گیا ۔ طے ہوا کہ ارکان سازی کی جائے اور اس کے بعد باقاعدہ باعمل حضرات کو اس انجمن کا عہدیدار بنایا جائے ۔ چنانچہ اس کے بعد سے بڑے جوش و خروش کے ساتھ ممبران بنائے جارہے ہیں ۔ انجمن کا نگراں سید شرافت حسین صاحب کو بنایا گیا ہے ۔ جو ایک ہونہار ، مخلص و محنتی ، ذوق ادب سے آشنا نوجوان ہیں ۔ جن کی صرف ایک ہفتے کی کوشش سے دارالمطالعہ انجمن کی شکل ہی بدل گئی ہے ۔ کتابیں برابر آرہی ہیں ۔ اخباروں کا انتظام بھی درست ہو رہا ہے ـــــ امید ہے کہ بہت جلد یہ انجمن اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرے گی ۔ اور انشاء اللہ ہم مرکزی و صوبائی انجمن کے روبرو اپنی گزشتہ پوزیشن کے ساتھ پیش ہوسکیں گے ۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے ۔

(ظفر الحق سہسوان)

حیدرآباد (آندھرا)

۲۰ مارچ کو اردو مجلس کے جلسے میں جناب سید محمود نے سالانہ رپورٹ سنائی اور احمد مرزا صاحب نے سالانہ حسابات پیش کئے ۔ طے ہوا کہ بچت سے انجمن ترقی اردو حیدرآباد کو ناگہانی فون خریدنے کے لئے ڈیڑھ سو روپے دئے جائیں اور مولوی عصمت اللہ بیگ مرحوم کی ایک تصویر بنواکر اردو ہال میں رکھی جائے ۔

چونکہ موجودہ مجلس انتظامی نے بہت حسن و خوبی کے ساتھ کام چلایا ہے اس لئے متفقہ طور پر آئندہ سال کے لئے بھی یہی مجلس برقرار رکھی گئی ۔

دفتری خط کتابت صرف جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ کے نام پر کیجئے ۔

دگلور (ناندیڑ) میں انجمن

دگلور ضلع ناندیڑ ، ۱۰ اپریل ۱۹۵۷ء

۱۱ بجے شام جلسے کا آغاز ہوا ۔ پانڈورنگ راؤ صاحب ڈپٹی پانڈے وکیل نے میٹنگ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے جلسے کی صدارت کے لئے شری میراں محی الدین کا نام پیش کیا ۔ شری غوث محی الدین صاحب جوش نے تائید کی ۔ اس بعد شری محی الدین صاحب وکیل نے جلسے کی صدارت قبول کرتے ہوئے کارروائی کا آغاز کیا ۔ سب سے پہلے شری جوش نے انجمن ترقی اردو ہند کی شاخ قائم کرنے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ شاخ کی تنظیم کے لئے کمیٹی بھی قائم کی جائے ۔ علاوہ اس کے لائبریری وغیرہ قائم کرنے پر زور دیا گیا ۔ اس کے بعد جناب قاضی حامد تنویر نے اردو زبان کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اس خصوص میں مناسب قدم اٹھایا جائے اور شاخ قائم کی جائے ۔ شری کرشنا راؤ صاحب ڈپٹی پانڈے نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا ۔ شری شرف الحق صاحب وکیل نے زبان اردو کے عالم وجود میں آنے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے اس کی اہمیت پر زور دیا ۔ انجمن کی شاخ قائم کرنے و نیز اخبارات و رسالہ جات اردو و دیگر کتابیں منگوانے پر زور دیا ۔ علاوہ اس کے مدارس کی طرف بھی اردو جماعتوں کے سلسلے میں توجہ کرنے کی اہمیت کو واضح کیا ۔ تقاریری مقابلے قائم کرنے کی افادیت پر بھی روشنی ڈالی ۔ اس کے بعد شری محمد حسن صاحب بی ۔ ایس ۔ سی وکیل نے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اپنے اردو گریجویٹ ہونے پر فخر ہے ۔ حیدرآباد اسٹیٹ میں اردو کا نہایت بلند مقام تھا اور دگلور بھی وہ مقام ہے جہاں اردو پروان چڑھی ۔ صاحب موصوف نے کہا کہ اردو کے ارتقا میں ہندو مسلم برابر کے شریک ہیں گزشتہ دور میں حیدرآباد کے کالجوں میں اردو کا خاص مقام ہونا اردو کی زریں تاریخ کا ایک باب ہے ۔ اردو میں جو علمی سرمایہ محفوظ ہے وہ اتنا وسیع تر ہے کہ ہم اس کے ذریعے سے بھی دوسری زبانوں کے محفوظ علوم پر حاوی ہوسکتے ہیں ۔ اس لحاظ سے اس خصوص میں مناسب اقدام نہایت ضروری ہے ۔ آخر میں جناب صدر نے کہا کہ اردو کی اہمیت پر بیشتر مقررین نے کافی روشنی ڈالی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ دگلور میں انجمن ترقی اردو ہند کی شاخ انتہائی ضروری ہے ۔ اس کے بعد ایوان کو مجلس عاملہ کی تشکیل کے لئے توجہ دلائی ۔ اور چند معزز حاضرین جلسہ نے قیام شاخ کی اہمیت پر زور دیا اور بالاتفاق طے پایا کہ اسی اجلاس میں عہدہ داران انجمن و اراکین کا انتخاب عمل میں لایا جائے ۔ اس سلسلے میں شری عبدالصمد خاں صاحب شیخ نے صدارت کے لئے شری دتّو راؤ صاحب چکلودن کر کا نام پیش کیا ۔ شری قاضی تنویر نے تائید کی اور شری قاضی تنویر

بہ اتفاق آراء صدر منتخب ہوئے۔ بعد ازاں شری کرشنا راؤ صاحب بی۔ ایس۔ سی بیلڈر بہ اتفاق آراء نائب صدر منتخب ہوئے۔ معتمد شری عبدالصمد خاں صاحب ڈیشمکھ باتفاق آراء منتخب ہوئے اس کے بعد شری کرشنا راؤ وکیل شریک معتمد منتخب ہوئے۔ اور مندرجہ ذیل ارکان عاملہ بہ غلبۂ آراء منتخب ہوئے۔

(۱) ڈاکٹر جیونت راؤ صاحب موہتے ایم۔ایل۔اے۔ (۲) مولوی شرف الحق صاحب وکیل نائب صدر تعلقہ کانگریس کمیٹی (۳) شری گوبند امرت وار چیرمین مارکٹ کمیٹی (۴) شری قاضی تنویر سٹی سکریٹری پی۔ایس۔پی دگور (۵) شری راؤ صاحب ڈیلی گیٹ کانگریس (۶) شری جوشی محمد آبادی آف مرٹھواڑہ پی۔ایس۔پی (۷) شری مدھو سدن راؤ صاحب بی۔ ایس سی۔ ایل۔ ایل۔ بی میر آف مرٹھواڑہ پی ایس پی (۸) میراں محی الدین صاحب وکیل (۹) شری وینکٹ راؤ صاحب دیشمکھ سلوٹی کر (۱۰) معین الدین صاحب وکیل (۱۱) شیورام صاحب صدر مدیراج سبھا (۱۲) رکھمن (۱۳) اختر حسین صاحب برادر دیشمکھ۔

باتفاق آراء طے پایا کہ منتخب شدہ معتمد ہی خازن کا کام انجام دیں گے۔

طے پایا کہ ایک فائنس کمیٹی قائم کی جائے لہٰذا حسب ذیل اصحاب کو فائنس کمیٹی کے لئے منتخب کیا گیا۔

(۱) شری وینکٹ راؤ صاحب دیشمکھ کنوینر فائنس کمیٹی۔
(۲) شری قاضی حامد تنویر صاحب (رکن) (۳) شری گوبند امرت وار صاحب (رکن) (۴) شری معین الدین صاحب وکیل (رکن)
(۵) شری شیورام صاحب صدر مدیراج سبھا (رکن)

غزل

فلک ایک کیا، مہرباں اور بھی ہیں
پس آسماں، آسماں اور بھی ہیں

ٹگ و تاز پیہم ہے میراث آدم
مرے منتظر کچھ جہاں اور بھی ہیں

اگر لٹ گئے قافلے کچھ تو کیا غم!
ابھی گامزن کارواں اور بھی ہیں

ہے موقوف کیا ایک شمع لگن پر
تری بزم میں بے زباں اور بھی ہیں

دہن پر اگر مہر بھی ہو تو کیا ہے
محبت کے کچھ ترجماں اور بھی ہیں

تکلم سے محروم ہوں پھر بھی خوش ہوں
کہ انداز حسن بیاں اور بھی ہیں

وہ نظریں چرانے لگے مجھ سے یعنی
مرے راز کے راز داں اور بھی ہیں

ادا فتنہ پرور، نظر سحر گیں سی
تو عشق کے پاسباں اور بھی ہیں

کوئی زہر آلودہ ناوک ادھر بھی
خریدار جنس گراں اور بھی ہیں

زباں زد ہوئے قصۂ قیس و وامق
سنو تم تو کچھ داستاں اور بھی ہیں

نگاہ کرم ہی سے ترساں تھے ہم تو
سنا ہے ابھی امتحاں اور بھی ہیں

نہ ہوگا کوئی ہم سا آتش گزیدہ
خزاں دیدہ اہل جہاں اور بھی ہیں

کہاں یہ گداز دل زخم خوردہ
ہے تسلیم آتش بیاں اور بھی ہیں

بدلتی نہیں سرنوشتیں جہاں میں
ہمیں کیا اگر آستاں اور بھی ہیں

حبیب احمد صدیقی

آج کے جلسے میں قیام دفتر و آغاز کارروائی شاخ کے لئے مندرجہ ذیل اصحاب سے مندرجہ ذیل عطیات وصول ہوئے

(۱) شری وشنو راؤ صاحب دیشمکھ بنگاؤں کر -/۲۵ روپے۔
(۲) شری وینکٹ راؤ صاحب دیشمکھ سلوٹی کر -/۲۵ "
(۳) " مولوی عبدالصمد خاں صاحب دیشمکھ -/۲۵ "
(۴) " گوبند امرت وار چیرمین مارکٹ کمیٹی -/۱۵ "
(۵) " شرف الحق صاحب وکیل -/۱۱ "
(۶) یوسف الدین صاحب وکیل -/۷ روپے
(۷) نینڈلک راؤ صاحب پٹیل -/۷ روپے
(۸) شری میراں محی الدین صاحب وکیل -/۱۱ روپے
(۹) شری سید اسمٰعیل صاحب ایڈوکیٹ -/۵ روپے

یہ طے ہوا کہ جلد از جلد دفتر قائم کیا جائے اور مرکز سے ربط پیدا کیا جائے آخر میں جناب سید عبدالصمد خاں صاحب نتیجہ معتمد نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور جلسہ برخاست ہوا۔

بیدر (میسور)

کل میسور اردو کانفرنس

انجمن ترقی اردو بیدر کے زیر اہتمام کل میسور اردو کانفرنس مئی کے دوسرے ہفتے کلیانی میں ہونے والی ہے کانفرنس کرناٹک میں اردو کو اس کا جائز حق دلانے کے مسائل پر غور کرے گی۔ یہ کانفرنس کرناٹک میں اپنی نوعیت کی پہلی کانفرنس ہوگی۔ سو سے زیادہ نمائندوں کی شرکت کی توقع کی جاتی ہے۔

بیدر موجودہ آندھرا بننے سے پہلے سابق حیدرآباد میں شامل تھا اب اس کا انضمام میسور ریاست میں ہوگیا ہے۔

دہلی

دلچسپ مکالمہ

انجمن کی نشست ۳۰ مارچ ۵۵ء کی شام کو زیر صدارت مولانا عبدالباقی مدیر پیام وطن منعقد ہوئی اس میں پہلے سلام مچھلی شہری نے اپنا ایک سونٹ "ڈرائنگ روم" پیش کیا۔ اس پر تنقید کرتے ہوئے محترمہ حمیدہ سلطان نے کہا۔ آپ کی نظم کا فارم تو اچھا ہے اور اس میں جو نظریہ پیش کیا گیا ہے وہ بھی خوب ہے۔ لیکن اس میں پلنگ کا ذکر جو آپ نے کیا اس سے تصور فوراً ڈرائنگ روم سے ہٹ کر بیڈ روم کی طرف چلا جاتا ہے۔

مولانا باقی صاحب :۔ ہاں! یہ کمی تو مجھے بھی محسوس ہوئی۔ ویسے یہ نظم بحیثیت مجموعی اچھی ہے۔

شبیر جھنجھانوی صاحب نے تین قطعات پیش کئے ان کے قطعات کو بہت پسند کیا گیا۔

خار دہلوی نے اپنی غزل داغ کے رنگ میں سنائی۔ باقی صاحب نے اس غزل پر تنقید کرتے ہوئے کہا اس زبان کو آپ موجودہ سانچے میں ڈھال لیں تو بہت ہی اچھا ہے۔ زبان داغ کی ہو اور محبت کے تصورات اس زمانہ کے ہوں، کیا ہی اچھا ہو! اس لئے آپ کو اس سانچے میں تھوڑی تبدیلی کرنی ہوگی۔

شبیر جھنجھانوی :۔ خار صاحب آپ کی غزل سن کر دہلی کی زبان کا تو لطف آگیا۔ لیکن خیالات میں وہ پرانی روش۔ اب جبکہ یہ نہیں ہے اس لئے آپ کو موجودہ زمانے کے ساتھ چلنا چاہیے۔

محترمہ ماجدہ بیگم :۔ موجودہ دور کی شاعری میں آپ نے جو محبوب کا تصور پیش کیا اچھا نہیں۔ انداز وہی پرانا ہے۔

محترمہ حمیدہ سلطان :۔ خار بھائی آپ کی غزل تو بہت اچھی ہے لیکن آج کا زمانہ ادب میں ترقی چاہتا ہے۔

بیگم انیس قدوائی :۔ اب محبوب کے ناز و انداز بدل گئے ہیں اور قتل کرنے کے طریقے بھی دوسرے ہیں۔ آخر میں ماجدہ بیگم نے عرب ممالک کے سفر کے حالات سنائے۔

انھوں نے کہا ان ممالک میں پہلے یورپ کی تقلید ہندوستان کی طرح کی جاتی تھی لیکن آج کل وہ یورپین تہذیب سے اس قدر متنفر ہو رہے ہیں کہ اس تہذیب کے اثرات کو اپنے ملک سے دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں

تمام مصر کی زبان عربی ہے۔ وہاں کے مشن اسکول میں بھی قرآن پاک کی تعلیم بچوں کو دینے کا اب حکومت نے حکم دے دیا ہے۔

مصر میں فراعنہ مصر کی تہذیب کو اپنا نے کا خیال جاگ اٹھا ہے قدیم چیزوں سے معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔

انگریزوں نے وہاں بھی تقسیم کا سسٹم قائم کر رکھا تھا۔ شمال کا کوئی شخص جنوب میں بغیر پرمٹ کے نہیں جا سکتا تھا۔ اب یہ پابندی بھی رفتہ رفتہ ختم ہو رہی ہے عربی کا وہاں اس قدر دور دورہ ہو گیا ہے کہ وہاں کی ایک مشہور شاعرہ "پری گل" نے اپنا تخلص حفیظہ رکھ لیا ہے کیونکہ "پری گل" عربی نام نہیں بلکہ ترکی ہے۔

مجھے اس پر بہت شرمندگی ہوئی کہ ہمارے سفارت خانہ میں انگریزی کی تو بہت اچھی اچھی کتابیں ہیں لیکن اردو کی ایک کتاب بھی نہیں ہے۔ اس کی طرف میں چاہتی ہوں کہ مرکزی انجمن ترقی اردو اور حکومت ہند کی وزارت خارجہ توجہ کرے کیونکہ مصر اور عربی ممالک میں اردو ہی ایک ایسی زبان ہے جو کچھ بھی اور بولی جاتی ہے۔

وہاں کے لوگ ہندوستان کے متعلق بہت جاننا چاہتے ہیں لیکن وہاں نہ اردو رسائل و اخبار پہنچتے ہیں نہ کتابیں۔

محترمہ حمیدہ سلطان نے کہا آپ کو اس پر افسوس ہے کہ مصر میں جو ہندوستانی سفارت خانہ ہے اس میں اردو کی کوئی کتاب یا رسائل نہیں ہیں۔ مگر یہاں دلی میں جو ہندوستان کی راجدھانی ہے اور جس کے رہنے والوں کی بول چال کی زبان اردو ہی ہے۔ اسٹیٹ لائبریری میں اردو کی ایک کتاب بھی نہیں ہے۔ ہم نے دہلی حکومت کے متعدد صاحبان کی توجہ اس طرف دلائی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔

کھام گاؤں میں انجمن

کھام گاؤں برار میں ایک جلسہ بصدارت جناب حسن علی صاحب منعقد ہوا اور کھام گاؤں میں انجمن ترقی اردو قائم کی گئی حسب ذیل عہدہ دار اور اراکین منتخب ہوئے۔

صدر :۔ جناب حسن علی صاحب ناچیز۔ نائبین صدر :۔ جناب پیارے مصطفیٰ تیلیم (۲) جناب محبوب وارث، وارث

معتمد :۔ جناب محمد لسین صاحب

نائبین معتمد :۔ جناب حسن خاں شجاعت خاں (۲) جناب گلاب خاں۔

خازن :۔ حسن علی سیفی

اراکین :۔ جناب نور السیمہ، جناب عبداللطیف آزاد۔ جناب فخر بھائی۔ جناب سبحان خاں۔ جناب منظور خاں۔

کارنجہ میں انجمن کا قیام

" دفاروقی "، کا مٹی کی اطلاع ہے کہ کارنجہ دور بھا میں بہ صدارت ملا حشمت علی ایک جلسہ ہوا جس میں انجمن ترقی اردو کا قیام عمل میں آیا۔

تبصرے

ضیاء احمد بدایونی

آیات نورانی

مصنفہ جناب فضا کوثری - ناشر محبوب بکڈپو چاندنی چوک . بنگلور نمبر ۲

نعت رسول کی عظمت مسلم . لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ میدان جس قدر شاندار ہے اسی قدر دشوار گزار بھی . ایک طرف ضروری ہے کہ آداب شریعت کا احترام قائم رہے . دوسری طرف لازم ہے کہ قواعد شعر و فن کی رعایت ملحوظ رہے . فضا سی بھی افراط یا تفریط اس راہ میں خطرے سے خالی نہیں . دیکھا گیا ہے کہ اکثر شعرا کے یہاں نعت یا تو بے اعتدال اور بے احتیاطی کا مظاہرہ ہوجاتی ہے یا خشک اور بے مزہ بن کر رہ جاتی ہے یہی وجہ تھی کہ عرفی جیسا باکمال استاد بے ساختہ پکار اٹھا

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا است

آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

ہشدار کہ نتواں بہ یک آہنگ سرودن

نعت شہ کونین و مدیح کے و جم را

اسی کا نتیجہ ہے کہ اگرچہ عرب و عجم میں ہزاروں نعت گو پیدا ہوئے لیکن زمانے نے قبول عام کا امتیاز صرف معدودے چند کو بخشا . ہمیں خوشی ہے کہ زیر نظر مجموعہ نعت و منقبت "آیات نورانی" میں جناب فضا کوثری نے حسن شعر اور اصول فن کی رعایت بھی رکھی ہے اور بڑی حد تک آداب شریعت کا التزام بھی کیا ہے . صدق جذبات پاکیزگی خیالات ، بیان کی دلآویزی اور تراکیب کی چستی ہر ہر قدم پر نمایاں ہے . اشعار ذیل سے ہمارے دعوی کی تصدیق ہوسکتی ہے .

دیکھیں ترے جمال کو اتنی نظر کہاں ||| کب میرے اختیار میں تیری تلاش ہے

موجوں کو تری بھوک کا علم کوثر و تسنیم ||| دریائے بے کنار میں تیری تلاش ہے

کیا کبھی ہم بھی مدینے کی فضا دیکھیں گے ||| اب تو اپنے ہی سوالات پہ ہی گھبراتے ہیں

شفاعت کیجئے محشر میں خود تشریف لے آئے ||| بڑے موقع پہ رحمت کو گنہگاروں کی یاد آئی

شفا کیونکر نہ حاصل ہو مریضان محبت کو ||| مسیحا کو بھی یاد آ گئے بیماروں کی یاد آئی

نظریں یہ ہیں کہ اس در پہ ٹھہرنے نہیں پاتیں ||| جلوے یہ ہیں کہ جلوہ گر خود ہی ترستے ہیں

منزل پہ پہنچ بھی گئے سب تو چلنے والے ||| ہم ہیں کہ ابھی راہ گزر ڈھونڈ رہے ہیں

یہ ضرور ہے کہ اس مجموعے میں دو ایک جگہ بے اعتدالی کی خرابی بھی مل جیسے

جھکتے ہیں بہت کم آپ کے جلووں کے شیدائی

اٹھا کر میم کا پردہ نظارہ دیکھ لیتے ہیں

تڑپ اور حسن مشترک سا ||| محبت کا مزا ہے اور تو ہے ※

اُردو دُنیا

روشن صدیقی ریڈیو میں

اردو کے مشہور اور ممتاز شاعر روشن صدیقی آل انڈیا ریڈیو کے شعبہ اردو کے عام نگران مقرر کئے گئے ہیں وہ سارے ہندستان میں اردو سے جو پروگرام نشر کئے جاتے ہیں ان پر نظر رکھیں گے .

اردو کو باقی رکھنا ہوگا

لکھنؤ میں ایک پریس کانفرنس سے سوشلسٹ پارٹی کے چیرمین مسٹر گوپال نرائن سکسینہ نے فرمایا کہ اترپردیش میں اردو کو علاقائی زبان کا درجہ ملنا چاہئے عدالتوں میں اردو کی درخواستوں کو قبول کرنا چاہئے . اسکولوں میں اردو کی تعلیم کا انتظام ہونا چاہئے . مجالس قانون ساز اور حکومتوں میں اردو کو سرکاری زبان کے برابر درجہ ملنا چاہئے .

موصوف نے اس بات پر تعجب کیا کہ ہمارے یہاں لوگ انگریزی کو تو باقی رکھنا چاہتے ہیں لیکن اردو کو جو ہمارے ملک ہی کی زبان ہے مٹا دینا چاہتے ہیں .

اس سلسلے میں کئی سوالوں کا جواب دیتے ہوئے انھوں نے فرمایا کہ اردو میں زبردست تہذیبی و ادبی سرمایہ موجود ہے اگر اردو کو نقصان پہنچا تو ہندی بھی جو سرکاری زبان ہے ترقی نہیں کرسکتی . اگر ہندی کو ترقی دینا ہے تو اردو کو بھی باقی رکھنا ہوگا .

※ لیکن یہ ان کا عام رنگ نہیں ہے . یہ بات قابل ذکر ہے کہ فضا کے یہاں جذبات محبت کے علاوہ سیرت پاک کی جانب لطیف اشارے اکثر ملتے ہیں . مثلاً

انھوں نے ہزار آنکھیں پھیریں غیروں نے دبایا گلا مگر

جو اپنی زبان کا سچا تھا وہ قبلہ عالم ہوکے رہا

اس شاہ دو عالم کی مساوات کے صدقے

پرسش کو یتیموں کے بھی گھر آئے محمد

فنی اعتبار سے نگاہ خردہ بیں "احدیت" بروزن فاعلن (صفحہ ۱۲) اور "نورافشاں" میں دوسرے الف کے گرنے (صفحہ ۲۰) پر کھٹکتی ہے . مگر یہ واقعہ ہے کہ مجموعی طور پر مصنف نے قواعد فن کا پورا خیال رکھا ہے

غیر معروف شعراء

مختار الدین احمد

غلام یحییٰ حضور

شیخ غلام یحییٰ، شاہ محمد مظہر کے بیٹے اور میر محمد باقر حزیں کے بھتیجے تھے۔ (باقر، حزیں دہلوی تھے اور مرزا مظہر کے مرید اور شاگرد، دہلی چھوڑ کر عظیم آباد گئے تو وہیں کے ہو رہے، اور دیوان ان کا مرتب تھا لیکن اب نہیں ملتا) غلام یحییٰ نے ابتدائی تعلیم انھیں میر باقر حزیں سے حاصل کی۔ شورش عظیم آبادی نے علوم عربی و فارسی میں انھیں صاحب استعداد بتایا ہے۔ عشقی عظیم آبادی نے لکھا ہے کہ کتب متداولہ کی تحصیل تو کی تھی لیکن بہ سبب عدم مزاولت یہ علوم مستحضر نہیں رہے تھے۔ "در آغاز حال بہ تحصیل کتب متداولہ کی عبارت از علوم منقول و معقول باشد اوقات خود صرف ساختہ، آخر بہ سبب عدم مزاولت ہمہ مقدمات علمی را از صفحۂ خاطر محو نمودہ، بہ فکر حصول زخارف دنیوی پرداختہ" (تذکرۂ عشقی نسخۂ آکسفورڈ رقم ۱۳۱)

شاعری کب شروع کی اس کا حال نہیں کھلتا۔ علی ابراہیم خاں اور کریم الدین نے لکھا ہے کہ شاعری میں کسی کے شاگرد نہ تھے لیکن شورش نے جو لکھا ہے کہ عربی و فارسی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ابتدا میں وہ میر باقر حزیں سے مشورۂ سخن کرتے رہتے تھے، زیادہ قرین قیاس ہے۔

زندگی کے حالات زیادہ معلوم نہیں۔ کریم الدین کا لکھنا کہ وہ عظیم آباد کا مشہور رئیس ہے، بے اصل بات ہے۔ نواب علی ابراہیم خلیل عظیم آبادی مصنف گلزار ابراہیم جس سے حضور کے دوستانہ تعلقات تھے لکھتے ہیں کہ تجارت ذریعہ معاش تھی۔ بہار کے صوفیائے کرام کے ایک تذکرہ "تذکرۃ الصالحین" میں انھیں طبیب پیشہ بتایا ہے۔ ان کے دیوان کا پہلا قصیدہ طبی اصطلاحات و تلمیحات سے بھرا ہے وہ ان کے طبی دست گاہ پر شاہد ہے۔ انھوں نے طب کو بطور پیشہ اختیار کر لیا ہو تو تعجب نہیں۔

تصوف سے گہری دلچسپی تھی بقول صاحب تذکرۃ الصالحین، انھیں سلسلۂ چشتیہ میں بیعت تھی، ان کا شمار عظیم آباد کے مشائخ میں تھا اور مریدوں اور معتقدوں کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۱۹۰ھ میں انھوں نے درگاہ شاہ ارزاں عظیم آباد کے متعلق ایک مثنوی لکھی تھی جس میں انھوں نے وہاں کے سجادہ نشین سے گہری عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ یہ مثنوی ان کے دیوان میں موجود ہے اور اس کے چند شعر بعض تذکروں میں بھی ملتے ہیں۔

عشقی نے ریختہ گوئی و زبان دانی پر ان کی مہارت و دست گاہ بتائی ہے اور فن تاریخ کی طرف ان کے رجحان کا بھی ذکر کیا ہے

شورش لکھتے ہیں: "مضامین نو آئین را بہ فصاحت و سلاست بجلوہ می آرد، ہر چند متوجہ سخن نیست لیکن مشتاق از کلامش پیدا و ہویداست تلاش معنی و رعایت الفاظ را از دست نمی دہد" علی ابراہیم خاں لکھتے ہیں "طبعش موزوں و سلیم افتادہ است" عشقی و شورش نے جو رائے ان کے کلام کے بارے میں دی ہے وہ منتخب کلام کے متعلق ہوگی ورنہ دیوان میں عام طور پر اعلیٰ درجہ کے شعر خال خال ہیں

اگر ۱۱۸۸ھ (سال تکمیل تذکرہ گلزار ابراہیم) میں وہ جوان تھے تو انھوں نے عمر زیادہ نہیں پائی ہوگی۔ تذکرہ شورش اور گلزار ابراہیم کی ترتیب کے وقت وہ زندہ تھے۔ لیکن تذکرہ عشقی جب مرتب ہو رہا تھا تو وہ وفات پا چکے تھے۔ تذکرۃ الصالحین میں تاریخ وفات ۷۔ جمادی الثانی جمعہ ۱۲۰۲ھ درج ہے۔

دیوان معلوم ہوتا ہے عام طور پر رائج نہ تھا۔ عظیم آباد کے تذکرہ نویسوں میں عشقی اور علی ابراہیم نے ان کے دیوان کا کوئی ذکر نہیں کیا عشقی نے ان کے ۸ شعر درج کئے ہیں اور علی ابراہیم نے ۲۰ شعر جو ان کے پاس خود حضور نے ۱۱۹۰ کے لگ بھگ تذکرہ میں درج کرنے کے لئے بھیجے تھے۔ شورش نے لکھا ہے، "دیوان شیریں بیانش بہت بعضاد" اور پھر ۲۰ شعر درج کئے ہیں۔ بشیر کا شورش کے حوالے سے یہ لکھنا کہ حضور صاحب دیوان تھے صحیح صورت حال کو واضح نہیں کرتا۔ شورش دیوان دیکھنے کا ذکر نہیں کرتے۔ صرف یہ لکھتے ہیں کہ دیوان مل نہ سکا۔ (باقی)

معاصرین

اردو ادب کی تاریخ

جو لوگ اردو زبان کی کس مپرسی پر فکر مند ہیں وہ شاید یہ سن کر خوش ہوں گے کہ شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ایک بڑے پیمانے پر اردو ادب کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا ہے بلکہ اس کے لئے تیاری بھی شروع کر دی ہے۔ اس سلسلے کی ابتدائی کانفرنس میں طے کیا گیا کہ یہ تاریخ تین ہزار صفحات پر مشتمل ہوگی اور پانچ جلدوں میں شائع کی جائے گی۔ پہلے حصے میں جیسا کہ معاصر ہماری زبان نے بتایا ہے بارہویں عیسوی سے سترہویں عیسوی تک کے ادبی اور لسانی سرمایے کا جائزہ ہوگا دوسرے حصے میں اٹھارہویں صدی کے ادب کی داستان ہوگی، تیسرے حصے میں انیسویں صدی کے پہلے نصف کی اور چوتھے میں دوسرے نصف کی اور پانچویں میں بیسویں صدی کے ادب کی تاریخ ہوگی۔ اردو کے مشہور اور مسلم ادیب اس کی تیاری میں حصہ لیں گے۔ اگر ہمارے اختیار میں ہوتا تو ہم ان لوگوں کا منہ موتیوں سے بھر دیتے جنھوں نے اتنی اہم اور ضخیم کتاب لکھنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اگر یہ تاریخ مرتب ہو گئی تو وہ اردو ادب کا گراں مایہ خزینہ ہوگی، بلکہ اردو دشمنوں کی مساعی کا ایک قاطع اور مدلل جواب بھی ہوگی، بلکہ یوں کہئے کہ یہ تاریخ ہندی ادب کو بھی چار چاند لگائے گی اور ہندی کو ترقی دینے کے لئے اس تاریخ سے بے حد فائدہ اٹھایا جا سکے گا۔ (الجمعیۃ)

اردو کی جامع لغت

یہ بات ظاہر ہے کہ جس زبان کا ادب اتنا بلند اور وسیع ہو کہ اس کی تاریخ پانچ جلدوں میں بھی نہ سما سکے اس کی لغت کتنی اہم اور ضخیم ہوگی۔ چنانچہ اردو کے حامیوں کو یہ سن کے بے حد خوشی ہوئی کہ انجمن ترقی اردو ہند کی نگرانی میں اردو کی جامع لغت کا خاکہ بھی مرتب کر لیا گیا ہے۔ اس لغت یا ڈکشنری کی جامعیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی ترتیب میں نہ صرف مطبوعہ اور غیر مطبوعہ لغات کی مدد سے ہی الفاظ لئے جائیں گے بلکہ دکنی سے لے کر دور جدید تک تمام چیدہ مصنفین کی نظم و نثر سے بھی استفادہ کیا جائے گا۔ معاصر ہماری زبان سے معلوم ہوا کہ اس جامع لغت کی تیاری، تالیف اور طباعت پر دس لاکھ روپیہ سے اوپر خرچ ہوگا مگر یہ رقم اس معتبر یا شاندار لغت کے لئے کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اگر ادب ثروت ہمت کریں تو وہ بہت آسانی سے یہ رقم مہیا کر سکتے ہیں۔ حکومت کو اس لغت کی تیاری میں اس لئے مدد لینا چاہئے کہ وہ ہندی لغت کی تدوین میں بہت زیادہ معاون ثابت ہوگی اور اس کی وجہ سے ہندی لغت کا خزانہ مالا مال ہو جائے گا۔ پنڈت جواہر لال نہرو کا یہ خیال صحیح ہے کہ ہندی کی ترقی کے لئے اردو کی ترقی بہت ضروری ہے۔ صحیح تو یہ ہے کہ اگر یہ جامع لغات تیار ہو گئی تو ہندی ادیبوں کو اپنے ڈھب کا ایک بہت بڑا خزانہ ہاتھ لگ جائے گا۔ اگر وہ ہندی کی کوئی جامع لغات تیار کرنا چاہیں گے تو انھیں اس کے لئے زیادہ کاوش نہیں کرنی پڑے گی۔

(الجمعیۃ دہلی)

اردو کو علاقائی زبان کا درجہ ملنا چاہئے

آل انڈیا سوشلسٹ پارٹی کے چیئرمین مسٹر گوپال نرائن سکسینہ نے ۱۵ اپریل کو لکھنؤ میں ایک پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اترپردیش میں اردو کو علاقائی زبان کا درجہ ملنا چاہئے۔ مسٹر گوپال نرائن سکسینہ نے کہا کہ عدالتوں میں اردو میں درخواستیں قبول کی جانی چاہئیں اسکولوں میں باقاعدہ اردو تعلیم ہونا چاہئے۔ مجالس قانون ساز میں اور حکومت کے دوسرے کاموں میں اردو کو سرکاری زبان کے برابر کا درجہ حاصل ہونا چاہئے۔

انھوں نے کہا کہ میری یہ قطعی رائے ہے کہ انگریزی کو بالکل ختم کر دینا چاہئے۔ مسٹر سکسینہ نے اس بات پر تعجب ظاہر کیا کہ ہمارے یہاں لوگ انگریزی کو باقی رکھنا چاہتے ہیں لیکن اردو جو ہمارے ملک کی زبان ہے اس کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اسی سلسلے میں کئی اور سوالوں کا جواب دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اردو میں زبردست تہذیبی و ادبی سرمایہ موجود ہے اور اگر اردو کو نقصان پہنچایا گیا تو ہندی جو سرکاری زبان ہے وہ بھی ترقی نہیں کر سکے گی اس لئے اگر ہم کو ہندی زبان کو ترقی دینا ہے تو اردو کو بھی باقی رکھنا ہوگا۔ اور اسے بھی ترقی کے مساوی مواقع بہم پہنچانا ہوں گے

(صداقت کانپور، ۲۰ اپریل کا اداریہ)

راشٹر بھاشا پرچار سمیتی اور اُردو

(بہ سلسلہ گذشتہ)

رہا اردو کا سوال تو وہ ہم نے نہیں جناب نے اٹھایا ہے کہ اردو کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکیں۔ اس کا وجود ہی ختم کر دیا جیسا کہ آپ کی چٹھی کے اس فقرے سے ظاہر ہے۔

"اردو کسی بھی پردیش کی عام بھاشا نہیں۔ یہ تو آپ بھی قبول کریں گے۔ اس کے علاوہ۔ اردو اور ہندستانی کا جھگڑا پرانا ہے۔ اس میں رائے مختلف ہو سکتی ہے۔ ہماری رائے میں ہندستانی اور اردو دونوں ہندی کے طرز بیان ہیں۔ فارسی عربی کے الفاظ کی کثرت میں اردو بن جاتی ہے نیز مسلمانوں کو اردو کے ادبا نے خوب مانجھا اور سنوارا ہے اور اس کے لئے ہم سب ہندی والے آپ کے شکر گزار ہیں۔"

اس کی بابت یہ عرض ہے کہ جناب والا کا عام بھاشا سے کیا مقصد ہے یہ وضاحت طلب ہے۔ اگر ریاستی زبان کشمیر کو نظر انداز کرنا تعجب خیز ہے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ عام طور پر بولی اور سمجھی جانے والی زبان تو ہندوستان کا ایسا کوئی خطہ یا رقبہ نہیں کہ جہاں کروڑوں اردو بولی اور سمجھی نہ جاتی ہو۔ اتر پردیش کے بیس لاکھ دستخطوں کا واقعہ اور بہار والوں کی درخواست کا علم بھی جناب کو یقیناً ہوگا اور عثمانیہ یونیورسٹی کی خدمات اردو بھی پیش نظر ہوں گی۔ جو

آج کعبہ بن گیا کل تک یہی بت خانہ تھا

وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر جناب کے نزدیک کوئی اور معنی ہیں تو ان کی وضاحت کی تکلیف تا ئے پھر کچھ عرض کیا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ ہندی اور اردو کا جھگڑا پرانا ہے۔ اسی لئے ہم نے آپ کو توجہ دلائی تھی کہ یہ جھگڑا نہ اٹھنا چاہئے۔ مگر جناب نے اس کو اردو ہندی کے پرانے جھگڑے سے تعبیر فرمایا۔ اس کی داد کن الفاظ میں دی جائے۔

آپ خود ہی غور فرمائیں کہ جب اردو بذات خود کوئی زبان ہی نہیں تو اس کے ادبا کیسے؟ اسی طرح اگر اردو ہندی دو زبانیں نہیں تو "ہم ہندی والے" کہنا کیا معنی رکھتا ہے۔

یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قرباں
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹ

آپ اردو کو کوئی جدا زبان بھی نہیں مانتے اور ہندی والے بن کر اردو والوں کے شکر گزار بھی ہوتے ہیں۔ بہت خوب! جناب والا کی اسی تیسری پستک میں مندرجہ ذیل ترمیم کی طرح جس کا حوالہ آپ نے اپنی اس چٹھی میں دیا ہے مندرجہ بالا ترمیمات بھی ضروری تھیں جن کو آپ پسند نہیں کرتے۔ آپ نے جس ترمیم کی اطلاع دی ہے وہ یہ کہ

"راشٹر بھاشا کتاب حصہ سوم کے سترھویں باب، ہماری راشٹر بھاشا" میں پنجاب سندھ اور سرحد کے صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے ہمارے پہلے ایڈیشن میں یہ جملہ تھا جواب بدل دیا گیا ہے۔

جناب والا انجمن اسی چٹھی میں رقم فرماتے ہیں۔

"اب وقت آگیا ہے جب کہ ہندی ہندستانی اور اردو کے مسئلے کو ہم سب بھول جائیں۔ ہم سب ہی زبانوں کی ترقی چاہتے ہیں۔ آپ اردو کی ترقی کے لئے جو کچھ کر رہے ہیں وہ ہندی کے سدھار کے لئے مددگار ہونا چاہئے ہم اردو کو غیر نہیں مانتے بلکہ اپنی ہی زبان جانتے ہیں۔"

بلاشک یہ خیال نہایت مبارک ہے بشرطیکہ قول سے گزر کر حد عمل میں داخل ہو جائے۔

چونکہ ہماری دلی تمنا ہے کہ اردو کی ترقی ہندی کی آراستگی و ترویج اور خوبی و خوبصورتی کا باعث بنے جیسا کہ ہماری انجمن کا دستور ہے اسی لئے ۸۔ مارچ کو بھی جناب کو توجہ دلائی تھی اور اسی سبب سے یہ دوسری چٹھی بھی ارسال خدمت کی جا رہی ہے۔ شاید جناب کے علم میں یہ امر بھی ہو کہ جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات کی بابت آپ کے امتحانات کے مہتمم جے پور سے گفتگو ہو رہی ہے کیونکہ ان امتحانات میں ہندی کا پرچہ لازمی مضمون Compulsory Subject کا درجہ رکھتا ہے بدیں وجہ ہمارا نظریہ ہمارا یہ ہے کہ اردو ہندی کا سوال اٹھے بغیر ہر قسم کی غلط فہمیاں دور ہو کر ایک دوسری سے قریب تر ہو جانے اور دونوں پوری محبت ہندی کے ساتھ ترقی کریں البتہ اس کے لئے کشادہ دلی اور وسیع النظری کی ضرورت ہے جس کی امید ہے کہ آپ حامی ہوں گے

اسی چٹھی میں جناب والا نے تحریر فرمایا ہے کہ "امید ہے کہ ہم جس طرح آپ کے احسانوں کی قدر کرتے ہیں ویسے ہی آپ بھی ہمارے احسانوں کی قدر کریں گے۔"

جناب والا! میں نے چند سطر قبل ہی یہ فقرہ نقل کیا ہے "ہم اردو کو غیر نہیں مانتے بلکہ اپنی ہی زبان جانتے ہیں" جب یہ صورت ہے اور یقیناً جناب نے برنہائے صداقت ایسا رقم فرمایا ہے تو ہمارا آپ پر احسان کیا کیونکہ اردو خود آپ کی زبان، ہم سب برابر کے شریک ہوئے اور آپ نے برابری کی خدمت کی پھر احسان کیا؟ اس معنی میں تو ہم آپ کے احسان مند ہیں کہ ہمارا کوئی احسان نہ ہوتے ہوئے بھی آپ ایسا خیال فرماتے ہیں۔

امید ہے کہ اس چٹھی کو آپ مخلصانہ مشورہ کی روشنی میں دیکھیں گے اور ہندی کی تیسری پستک میں یہ ترمیمیں قبول فرمائیں گے اور جواب سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔   اردو ہندی کی ترقی کا متمنی

(مولوی) احترام الدین احمد شاغل۔ جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند

ہماری زبان کا سالانہ چندہ تین روپے ہے۔ منی آرڈر سے روانہ کیجئے اور وی۔ پی سے ۱۰ روپے خرچ آتا ہے

پٹنہ

(بہ سلسلہ گزشتہ)

شاد اپنے عہد کے سب سے بڑے غزل گو شاعر تسلیم کئے گئے ہیں انھوں نے ہر صنف شاعری میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے کلام کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ غزل کے چند شعر سنئے:

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت و غم اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

میں حسرت و حیرت کا مارا خاموش کھڑا ہوں ساحل پر
دریائے محبت کہتا ہے آ کچھ بھی نہیں پایاب ہیں ہم

مرغان چمن نے پھولوں کو اے شاد یہ کہلا بھیجا ہے
آ جا کہ ابھی تو آ جاؤ اتنے میں ابھی شاداب ہیں ہم

اسی زمانے میں نواب امداد امام اثر نے کاشف الحقائق جیسی تنقیدی کتاب لکھی۔ خود شاد عظیم آبادی نے نثر میں نوائے وطن، حیات فریاد جیسی کتابیں لکھیں۔ ایک ناول بھی لکھا جس کا نام صورۃ الخیال ہے۔ ایک خاتون نے فساد خورشیدی جیسا اصلاحی ناول لکھا۔ لیکن پروفیسر عبدالغفور شہباز کی کتاب حیات نظیر جیسی کتاب لکھی بہت سی اور بھی کتابیں لکھی گئیں لیکن طوالت کے خوف سے نام گنانا مشکل ہے۔ شاد کے شاگردوں میں مرزا یگانہ چنگیزی عظیم آبادی اور جمیل عظیم آبادی قابل ذکر ہیں۔

اس کے بعد نواب نصیر حسین خیال نے پٹنہ سے ادیب نامی ایک ماہانہ رسالہ جاری کیا لیکن زیادہ دنوں تک جاری نہ رہ سکا انھوں نے داستان عجم اور داستان اردو جیسی کتابیں لکھیں ان کے ساتھ ہی ساتھ مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مناظر احسن گیلانی، ڈاکٹر عظیم الدین اور ان کے بعد عبدالمنان بیدل، شمس الدین شمس، پروفیسر نجیب اشرف ندوی اور ضیاء احمد ندوی سامنے آئے۔

اس دور کے بعد بہت سے نوجوان شعرا ابھرے جن میں جمیل مظہری اور جمیل رضوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جمیل مظہری نے بہار کے ادبی ماحول کو متاثر کیا ہے ان کے بعد کے شعرا نے شعوری یا غیر شعوری طور پر ان کی پیروی کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے چند شعر سنئے

تجدید پیمانۂ تخلیق سرود سرور دل میں ہے خودی کا
اگر نہ ہو یہ فریب پیہم تو دم نکل جائے آدمی کا

خدا کے وعدوں پہ بھول بیٹھو یہی نہ منطق ہے اس کے واعظ
وہ ابر کا منتظر کھڑا ہو مکان جلتا ہو جب کسی کا

یا چراغ کا یہ شعر:

کیے بغیر ترقی کرے گی چراغ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

یا پھر یہ شعر:

مرا قبول مرے ارادے کریں گے فطرت پہ حکمرانی
جہاں فرشتوں کے پر ہیں لرزاں میں اس بلندی پہ جا رہا ہوں

جمیل مظہری کے بعد بہار میں لکھنے والوں کا ایک کارواں نظر آتا ہے جن میں شاعر، نقاد، انشا پرداز، افسانہ نگار، اخبار نویس سبھی نظر آتے ہیں۔ ۱۹۰۰ء میں گیا سے خود محمد انجم کی ادارت میں ایک علمی ادبی ماہنامہ ندیم جاری ہوا۔ اس سے بھی نئے لکھنے والوں کی ہمت افزائی ہوئی اور بہت سے نوجوان چمکے جن میں اختر اورینوی، تمنائی، رضا نقوی، مجلی نقوی شامل ہیں۔

آج بہار میں نوجوان لکھنے والوں کی کافی تعداد ابھر رہی ہے جن سے مستقبل کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ ان میں چند نام یہ ہیں انور عظیم، اختر پیامی، کلام حیدری، شکیل الرحمٰن، ہربنس سنگھ دولت، گلاب چاند، غیاث احمد گدی، الیاس احمد اور رمز عظیم آبادی۔

رمز عظیم آبادی ہمارا نوجوان مزدور شاعر ہے جو رکشا کھینچتا تھا لیکن مسلسل بیماری نے اس قابل بھی نہیں رکھا مگر اس کے ہونٹ پست نہیں ہوئے وہ سنہرے مستقبل کے خواب دیکھتا ہے اور کہتا ہے سے

ناتراشیدہ صنم خواب سے جاگ اٹھے ہیں
شاید ہے منتظر تیشۂ فرہاد اے دوست

اور بہار کے نوجوان اور ہونہار شعرا اور ادیب ناتراشیدہ صنم کو تیشوں سے کاٹ کر مجسم حقیقت کی صورت میں ڈھال رہے ہیں۔ بہار شروع ہی سے علمی ادبی مرکز رہا ہے اور اب بھی ہے۔

(بہ شکریہ آل انڈیا ریڈیو)

([illegible] پرنٹر و پبلشر نے [illegible] پریس میں چھپوا کر دفتر مرکزی انجمن سے شائع کیا)